یہودیت اور شیعیت کے مشترکہ عقائد

تالیف

د/ابو عدنان سہیل حفظہ اللہ

نظرثانی

شفیق الرحمن ضیاءاللہ مدنی

ناشر

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
(موحدین ویب سائٹ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد **(Upload)** کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ **(Download)** کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

مقدمہ

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

پیش نظر کتاب ہم نے ”یہودیت“ اور ”شیعیت“ کا باہمی موازنہ کرتے ہوئے، ثانی الذکر کو یہودیت کا چربہ اور اس کی ایک نقاب بتایا ہے۔ اور بطور ثبوت دلائل قرآن مجید کی کچھ آیتیں بھی پیش کی ہیں۔ اس سلسلے میں ہم یہ وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ ”اہل تشیع“ کو ”یہود“ کی ایک شاخ ماننے اور انہیں ایک ہی سکے کے دو رخ تسلیم کرنے میں ناچیز مولف منفرد نہیں بلکہ صدیوں قبل اندلس کے مشہور عالم دین ”ابن عبدربہ“ اپنی کتاب ”العقد الفرید“ میں اس حقیقت کی تصدیق کر چکے ہیں، انہوں نے بھی یہودیوں اور شیعوں کے درمیان عقائد کی مماثلت اور مشابہت کی نشان دہی کی تھی، موجودہ دور میں بھی ایک محقق اور عالم دین ڈاکٹر محمد یوسف نگرامی نے اپنی کتاب ”الشیعۃ فی المیزان“ میں یہود و روافض کے درمیان جو فکری مشابہت بیان کی ہے اس کا خلاصہ ہم سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

(۱) یہودی اپنے آپ کو اللہ کی پسندیدہ قوم تصور کرتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ یہودیوں کے علاوہ تمام انسان ”گوئم“ (Goium) یعنی حیوان ہیں جو یہودیوں کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، اور ان کے مال و دولت کی لوٹ مار جائز ہے۔

اہل تشیع بھی بالکل یہی دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا تعلق اہل بیت سے ہے اس لئے ہم سب سے افضل اور اللہ کے محبوب بندے ہے، وہ بھی اپنے علاوہ تمام انسانوں کو ”ناصبی“ کہتے ہیں یعنی ان کے عقیدے کے دشمن! جن کے مال و دولت کو لوٹنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ثواب کا رہے۔

(۲) یہود نسلی برتری و تعصب کے علم بردار ہیں وہ عربوں کو بلکہ تمام مسلمانوں کو ذلت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

شیعوں کا بھی عربوں کے بارے میں یہی نظریہ اور خیال ہے۔ جدید ایران کے ایک مصنف ”مہدی بازرگان“ اسی رافضی نظریہ کی یوں وضاحت کرتا ہے:

> ”عربوں کی طبیعت میں سختی اور خشونت ہے۔ ان کا مزاج جارحانہ اور سوچ بڑی پست ہے“

(الحد الفاصل بین الدین والسیاسہ، مہدی بازرگان ص: ۶۸)

(۳) جہاں کہیں بھی یہودیوں نے آبادی اختیار کی وہیں کچھ عرصے کے بعد ان کے خلاف یہ بات سننے میں آئی کہ وہ قوم کے اندر ایک قوم ہیں، انہوں نے اپنی اس انفرادیت (جس کا خمیر نسلی برتری ہے) کو قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ اپنی علیحدہ نو آبادیاں بنائیں ان آبادیوں یا محلوں کو ''گیٹو'' (Geto) کہا جاتا تھا، یورپ کے صنعتی انقلاب نے جوان یہودیوں کا ہی لایا ہوا تھا ''گیٹوں کی دیواروں کو ڈھا دیا تھا'' لیکن یہودی اپنے سماج اور معاشرے میں گھل مل نہ سکے۔ ان کی نظریں ہمیشہ اپنی ارض موعود کی جانب اٹھتی رہیں اور قیام اسرائیل کے بعد ساری دنیا کے یہودی ''تل ابیب'' کے حکام کے تابع ہو گئے۔

ٹھیک یہی حالت ''اہل تشیع'' کی بھی ہے۔ یہ جہاں بھی رہتے ہیں وہاں یہودیوں کی طرح ''گیٹو'' بناتے ہیں، برصغیر کے ہر شہر اور قصبہ میں جہاں شیعوں کی آبادی ہے آپ کو شیعوں کے ''گیٹو'' ضرور نظر آئیں گے لکھنؤ کا محلّہ ''قلعہ عالیہ'' اس کی واضح مثال ہے۔ یہودیوں کی طرح رافضیوں یعنی اہل تشیع کی وفاداری بھی صرف ایران کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ لوگ جہاں اور جس ملک میں رہتے ہیں، اس ملک اور اس کے عوام کے لیے دردسر بن جاتے ہیں کیونکہ تخریبی سرگرمیاں ان کے دین کا ایک حصہ ہیں۔ اس سلسلے میں ابو جعفر کلینی کی ایک شر انگیز عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، کلینی نے لکھا ہے:

> ''ابوبکر سے لے کر آج تک تمام سنی حکمران غاصب وظالم ہیں، کیونکہ حکمرانی کا حق صرف شیعہ اماموں یا ان کی امامت کو ماننے والے شیعوں کو ہے اور شیعوں کا فرض ہے کہ تمام سنی حکومتوں کو تباہ کرنے میں لگے رہیں، کیونکہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور سنی حکومت میں اطمینان سے رہے تو چاہے یہ شیعہ کتنے ہی عبادت گذار کیوں نہ ہوں عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے'' (اصول کافی ص:۲۰۶)

(۴) یہودیوں نے اپنے اقتدار وتسلط کے لئے تاریک کے ہر دور میں جنس (Sex) کا سہارا لیا انہوں نے علم وادب کے نام پر دنیا میں ایسی فحاشی اور بے حیائی پھیلائی کہ مشرق ومغرب کے معاشروں کی اخلاقی قدریں تار تار ہو گئیں، جرمنی کا یہودی ''فرائڈ'' یہودیوں کی اس اباحی تحریک کا علمبردار تھا، اس نے ہر چیز کو جنس کی عینک لگا کر دیکھا اباحیت کی اس تحریک کو ''فرانس کے تگڈم'' سارتر، سیمون ری بوار اور ''ایسر کامی'' نے جلا بخشی، فحاشی کی اس یہودی تحریک نے ''ہنری ملر'' البرٹ موراوبا جیسے فحش نگاروں کو جنم دیا اور اسی فلسفہ یہودیت نے سارتر کو سیمون کے ساتھ چالیس سال تک ناجائز تعلقات قائم کرنے پر فخر کرنے کی ہمت دلائی، اور اباحیت کے اسی یہودی فلسفے نے یورپ کی

حالیہ جنسی بے راہ روی اور اجتماعی زنا کاری کی راہ ہموار کی جس نے انسان وحیوان کے فرق کو مٹا دیا۔

شیعوں نے بھی انسانی معاشرے کو کھوکھلا کرنے کے لیے زنا و بدکاری پر ''متعہ'' کا نقاب ڈال کر اس کو اعلیٰ ترین عبادت کا درجہ دے دیا اور کلینی سے خمینی تک تمام رافضی اہل قلم اس بات پر متفق ہیں کہ جو متعہ سے محروم رہا وہ جنت سے بھی محروم رہے گا اور قیامت کے دن نکٹا اٹھے گا اور اس کا شمار اللہ کے دشمنوں میں ہوگا۔ شیعہ علماء و مجتہدین میں عاملی تو اجتماعی بدکاری پر زور دے ہی چکے تھے، لیکن عصر حاضر کے کلینی یعنی ''آیت اللہ خمینی'' نے بدکار اور فاحشہ عورتوں کے ساتھ زنا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (تحریر الوسیلۃ، آیت اللہ خمینی۔ ج۲ص۲۹۰)

یہودیوں کی طرح شیعوں نے بھی شہوت رانی کا پورا سامان مہیا کر دیا ہے تاکہ ہر قوم وملت کا نوجوان طبقہ ان کی چال میں پھنس کر ان کے ناپاک ارادوں اور عزائم کی تکمیل کرنے میں مددگار ہو۔

(۵) یہودیوں کے ''پروٹوکولز'' نے اقتدار اور اس کی بقاء واستحکام کے لیے ذرائع ابلاغ پر کنٹرول و گرفت کو ضروری قرار دیا۔ آپ تاریخ کے کسی بھی دور کو دیکھیں ہمیشہ یہودی ذرائع وابلاغ پر چھائے نظر آئیں گے، یورپ کے صنعتی انقلاب کے بعد یہودی یورپ وامریکہ کے ذرائع ابلاغ پر کس طرح قابض ہوئے وہ ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

اہل تشیع بھی یہودیوں کی طرح ہمیشہ ذرائع وابلاغ کو پنجوں میں جکڑے رہے، خلافت اسلامیہ کے مختلف ادوار میں شیعہ حضرات ذرائع وابلاغ اور علم وادب پر قابض رہے، مثال کے طور پر اورنگ زیب عالم گیر کے دربار کا سب سے کامیاب نثر نگار اور شاعر نعمت اللہ خان نامی ایک رافضی تھا، علامہ شبلی نعمانی کے بیان کے مطابق اس زمانے کے ممتاز شعراء وادباء کا مذہب رافضیت تھا اور عہد عالم گیری کا مورخ بذات خود بڑا متعصب شیعہ تھا۔ اردو ادب کی ابتدا اور ترقی میں بھی شیعہ اہل قلم کا بڑا ہاتھ تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری علمی اور ادبی زندگی میں شیعہ حضرات کا حصہ ان کے تناسب تعداد سے کہیں زیادہ ہے، غالب سے لے کر پروفیسر احتشام حسین تک ممتاز شعراء وادباء اکثر وبیشتر شیعہ ہی ملیں گے، رافضیوں کی ہماری ادبی وشعری زندگی پر حکمرانی نے اُردو شاعری میں کربلائی ادب کو جنم دیا جس کے آج کے علمبردار جانثار اختر اور افتخار عارف جیسے دین سے بے بہرہ لوگ ہیں، رافضیت کی ہمارے شعروادب پر یلغار اتنی سخت تھی کہ مولانا محمد علی جوہر جیسے مرد مومن رافضیت کے رنگ میں یہ شعر کہہ گئے:

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

(الشیعہ فی المیزان (اردو ترجمہ) ڈاکٹر محمد یوسف نگرامی ص۳۰، ۳۸ (دہلی ۱۹۷۹)

آخر میں استدعا ہے کہ قارئین کرام اس کتاب کے مطالعہ کے دوران جہاں کوئی خامی اور کوتاہی محسوس فرمائیں، اس کی اصلاح اور نشان دہی فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح اور تدارک کیا جاسکے، مجھے اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا اعتراف ہے اور اس بات کا احساس بھی کہ ''روایات شکنی'' کی میری یہ کوشش لازمی طور پر کچھ حلقوں کو گراں گزرے گی۔ تاہم اس ضمن میں مثبت اور تعمیری تنقید کا میں کھلے دل سے خیر مقدم کروں گا۔

وما توفیقی الا باللہ

(ڈاکٹر ابوعدنان سہیل)

بہیڑی، ضلع: بریلی یوپی (انڈیا)

اسلام کے شدید ترین دشمن کون ہیں

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد کے بعد سے آج تک ہر دور میں مسلسل اسلام کے خلاف سازشیں کی جاتی رہی ہیں، ہر زمانے میں اس کو مٹانے اور جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے مختلف جتن کئے گئے، اسلام کے خلاف محاذ آرائی بیرونی طور پر جنگ وجدال اور صلیبی معرکوں کے ذریعہ جس شدومد سے کی گئی اس سے زیادہ کہیں زیادہ زوروقوت کے اندرونی طور پر اسلام کی دیواریں کھوکھلی کرنے اور انہیں منہدم کرنے کی سعی نامشکور ہر دور میں ہوتی رہی ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ میدان حرب وضرب میں اسلام کے خلاف دشمنوں کو خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی، جس کی انہیں توقع تھی، البتہ اندرونی محاذ پر اُن کی تخریبی سازشیں پوری طرح کامیاب رہی ہیں جس کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ آج پارہ پارہ نظر آتی ہے۔ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والے کون لوگ ہیں اور انہوں نے کن ہتھیاروں سے اسلام کے قلعہ میں شگاف ڈالنے کی کوشش کی ہے؟ اس کا جواب کافی تفصیل طلب ہے، اسلام کے حقیقی دشمنوں کے بارے میں اللہ ربّ العالمین سے زیادہ کوئی نہیں جانتا، آیئے قرآن مجید میں دیکھیں خالقِ کائنات کن لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتا ہے، دشمن کے تعین کے بعد ہی ہم اس کے تخریبی ہتھکنڈوں پر غور وفکر کرسکیں گے۔

سورۂ المائدۃ میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ **لتجدن اشد الناس عداوة للذّین ءمنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودة للذین قالوا انا نصاریٰ ذلک بانھم قسیسین ورھبانا وانھم لا یستکبرون** ﴾

”تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے تم قوم یہود کو پاؤ گے اور ان لوگوں کو جو شرک کرتے ہیں، اور مسلمانوں کیلئے نرم گوشہ ان لوگوں کے دلوں میں ہے جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہلاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں درویش اور عبادت گذار لوگ پائے جاتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے“۔

قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں ہمارے سب سے بڑے اور شدید دشمن ''یہود'' قرار پاتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ لوگ بھی جو شرک کا ارتکاب کرتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو کسی قدر ہمدرد بتایا ہے۔ ربّ العالمین سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟ لیکن جب ہم ان آیات کی روشنی میں تاریخ کے صفحات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ وہ نصاریٰ جن کے دلوں میں ہمارے لئے نرم گوشہ بتایا گیا ہے، ان سے گذشتہ چودہ سو سالوں میں مسلمانوں کے بے شمار معرکے اور محاذ آرائیاں ہوئی ہیں، خاص طور پر صلیبی جنگوں کا طویل سلسلہ تو تاریخ میں مشہور ہی ہے۔، اسی طرح مشرکین اور کافروں سے بھی بہت سی جنگیں مسلمانوں نے لڑی ہیں، مگر ہمارے سب سے بڑے دشمن یعنی ''یہودی'' جو ہم سے شدید عداوت رکھتے ہیں، ان کے بارے میں تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''خیبر'' میں یہود کی جو گوشمالی فرمائی تھی اور پھر آخر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خیبر اور گردونواح سے نکال باہر کیا تھا اس کے بعد سے یہود کے ساتھ مسلمانوں کی کوئی قابل ذکر محاذ آرائی یا معرکہ موجودہ صدی تک ہمیں نظر نہیں آتا، البتہ اس صدی میں ''اسرائیل'' کے ناجائز قیام کے بعد سے یہود کی عربوں سے متعدد جنگیں ہو چکی ہیں اور اب بھی ان سے جنگ وجدال کا ماحول جاری ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید برحق ہے اور اسی طرح ہمیں یہ بھی یقین کامل ہے کہ کوئی ''شدید دشمن'' چودہ سو سال کے طویل عرصہ تک خاموش اور چپ چاپ نہیں بیٹھ سکتا۔ وہ تو اپنی فطرت کے مطابق لازمی طور پر حریف کو زک پہنچانے اور اس کو خاک میں ملانے کی کوشش ہمہ وقت کرتا رہے گا۔

آیئے اس بات پر غور کریں کہ ہمارے سب سے بڑے دشمن ''قوم یہود'' نے گذشتہ چودہ سو سالوں میں ہمیں کہاں کہاں اور کیسے کیسے زک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

یہود کی ریشہ دوانیاں

تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک قوم یہود کو اسلام اور ملت اسلامیہ کی طرف بُری نگاہ ڈالنے کی ہمت بھی نہیں ہوئی، لیکن اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں مختلف عوامل اور اسباب کی بنا پر یہود کو اپنے پر پُرزے نکالنے کا موقع مل ہی گیا۔ سب سے پہلے **عبداللہ بن سبا** نامی یہودی جو یمن کا رہنے والا تھا، ایک سازش کے تحت بظاہر اسلام قبول کیا اور پھر مسلمانوں کے درمیان رہ کر مکر وفریب کے جال پھیلانے میں مصروف ہوگیا، قسمت نے اس کی یاوری کی اور نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے اس وقت کے مسلمان (خصوصاً مصر اور عراق کے علاقہ میں) اس کے دام وفریب میں آ گئے۔ اور ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا پہلا ہدف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ ہوئی۔ آپ کی شہادت کے خونچکاں واقعات، اور پھر اس کے نتیجہ میں جنگ جمل وصفین میں مسلمانوں اور خاص کر صحابہ کرام کی قیمتی خون کی ارزانی نے ملتِ اسلامیہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ عبداللہ بن سبا کا پورا گروہ جس کی تعداد اچھی خاصی ہوگئی تھی۔ ان دونوں جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ اس زمانہ اور اس مخصوص فضا میں اس کو پورا موقع ملا کہ لشکر کے بے علم اور کم فہم عوام کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے غلو کی گمراہی میں مبتلا کر دے۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عراق کے علاقہ ''کوفہ'' کو اپنا دار الخلافہ بنالیا۔ تو یہ علاقہ اس گروہ کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا، اور چونکہ مختلف اسباب وجوہات کی بنا پر اس علاقہ کے لوگوں میں غالیانہ اور گمراہانہ افکار ونظریات قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ تھی۔ اس لئے کوفہ میں عبداللہ بن سبا کے گروہ کو اپنے مشن میں بہت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔

ابن جریر طبری اور دیگر مورخین کا بیان ہے کہ عبداللہ بن سبا نے سادہ لوح مسلم عوام کو گمراہ کرنے کے لیے سب سے آسان طریقہ یہ اختیار کیا کہ ان کی محبوب اور مقدس ترین شخصیت کے بارے میں غلو وافراط کا نظریہ عام کیا جائے گا، اس مقصد کے لیے اس یہودی نے یہ شوشہ چھوڑا کہ ''مجھے مسلمانوں پر تعجب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا میں دوبارہ آمد کا عقیدہ تو رکھتے ہیں، مگر سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی اس دنیا میں دوبارہ آمد کے قائل نہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیاء سے افضل واعلیٰ ہیں۔ آپ ﷺ بھی یقیناً دوبارہ اس دنیا میں تشریف

لائیں گے‘‘۔ عبداللہ بن سبا نے یہ بات ایسے جاہل اور نا تربیت یافتہ مسلمانوں کے سامنے رکھی جن میں اس طرح کی خرافات قبول کرنے کی صلاحیت دیکھی پھر جب اس نے دیکھا کہ اس کی یہ غیر اسلامی اور قرآنی تعلیم کے سراسر خلاف بات مان لی گئی، تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصی قرابت کی بنیاد پر آپ کے ساتھ غیر معمولی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی شان میں غلو آمیز باتیں کہنا شروع کر دیں، ان کی طرف عجیب وغریب ’’معجزے‘‘ منسوب کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مافوق البشر ہستی باور کرانے کی کوشش کی اور جاہلوں اور سادہ لوحوں کا طبقہ جو اس کے قربت کا شکار ہو گیا تھا، وہ ان کی ساری خرافات قبول کرتا رہا، اس طرح اس نے اپنی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق تدریجی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے خیالات رکھنے والے اپنے معتقدین کا ایک حلقہ بنالیا۔ اس یہودی نے انہیں یہ باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کے لئے دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تھا، وہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔ اور حامل وحی فرشتہ جبرائیل امین کو ان کے پاس نبوت لے بھیجا تھا، مگر انہیں اشتباہ ہو گیا اور وہ غلطی سے وحی لے کر حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر اس نے کچھ احمق اور سادہ لوحوں کو یہ سبق پڑھایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس دنیا میں اللہ کا رُوپ ہیں اور ان کے قالب میں اللہ کی روح ہے، اور اس طرح گویا وہی اللہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم میں جب یہ بات آئی کہ ان کے لشکر میں کچھ لوگ ان کے بارے میں ایسی خرافات پھیلا رہے ہیں تو آپ نے ان شیاطین کو قتل کر دینے اور لوگوں کی عبرت کے لیے آگ میں ڈالنے کا حکم صادر فرمایا اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھنے والے یہ شیاطین ان ہی کے حکم س قتل کر دیئے گئے اور آگ میں ڈالے گئے۔

(منہاج السنۃ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ج ۱ ص ۷)

عبداللہ بن سبا یہودی نے اسلام میں ’’شیعیت‘‘ کی صرف بنیاد ڈالی تھی یا تخم ریزی کی تھی، اس کے بعد یہ تحریک خفیہ طور پر اور سرگوشیوں کے ذریعہ جاری رہی اور رفتہ رفتہ اسلام میں مستقل طور پر ایک ’’یہودی لابی‘‘ وجود میں آ گئی، جو حضرت رضی اللہ عنہ کی محبت کی آڑ لے کر اسلام اور مسلمانوں میں مختلف ڈھنگ سے باہم نفرت وعداوت اور بغض وکینہ پیدا کرنے میں مصروف ہو گئی، اس یہودی تحریک یعنی ’’شیعیت‘‘ کے مختلف داعی تھے جو مختلف لوگوں سے موقع محل کے لحاظ سے الگ الگ ڈھنگ سے بات کرتے اور ان کی ذہنی استعداد وصلاحیت کے مطابق ان کے عقائد واعمال کو متغیر کرتے تھے۔

اس طرح شیعیت کے نام پر مسلمانوں کے اندر مختلف گروہ پیدا ہو گئے جن کی الگ الگ اپنی اپنی ڈفلی تھی اور اپنا اپنا راگ ! کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ کی الوہیت یا ان کے اندر روحِ الٰہی کے حلول کے قائل تھے اور کچھ ایسے تھے جو اُن کو رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل و اعلیٰ نبوت و رسالت کا اصل مستحق سمجھتے تھے اور جبرائیل امین کی غلطی کے قائل تھے، کچھ لوگ ان میں ایسے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد امام، امیر اور وصی رسول مانتے تھے، اور اس بناء پر خلفاۓ ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم، اور ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنھوں نے ان حضرات کو خلیفہ تسلیم کیا تھا اور دل سے ان کا ساتھ دیا تھا، یہ بد باطن لوگ انہیں کافر و منافق یا کم از کم غاصب و ظالم اور غدار کہتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی ان میں مختلف عقائد و نظریات رکھنے والے گروہ تھے جو مختلف ناموں سے پکارے گئے۔ ان سب میں نقطۂ اشتراک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو تھا، ان میں بہت سے فرقوں کا اب دنیا میں غالباً کہیں وجود بھی نہیں پایا جاتا، تاریخ کی کتابوں کے اوراق ہی میں ان کے نام و نشان باقی رہ گئے ہیں۔ البتہ چند فرقے اس دور میں بھی مختلف ممالک میں پائے جاتے ہیں، ان شیعوں کے ”اثنا عشریہ“ فرقے کو امتیاز و اہمیت حاصل ہے۔

ہم اس بات کے ثبوت میں کہ عبداللہ بن سبا یہودی ہی اسلام میں شیعیت کا موجد و بانی ہے۔ نیز شیعیت دراصل یہودی تحریک ہے جو اسلام کے نام پر امت مسلمہ کو باہم متفرق اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کا وجود ختم کرنے کے لیے، ایک سازش کے تحت برپا کی گئی تھی اور آج بھی یہ شیعیت یا دوسرے لفظوں میں ”یہودیت“ اپنے اصلی روپ میں نیز مسلمانوں میں موجود مختلف بدعتی فرقوں اور تصوف کے پس پردہ اپنا مشن پورا کرنے میں مصروف ہے۔ ابن سبا کے بارے میں شیعہ حضرات کی اسماء الرجال کی مستند ترین کتاب ”رجال الکشی“ سے ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں۔

حالانکہ ابن جریر طبری ”تاریخ الامم والملوک“ شہرستانی کی ”الملل والنحل“، ابن حزم اندلسی کی ”الفصل فی الملل والنحل“ اور ابن کثیر دمشقی کی ”البدایہ والنہایہ“ میں بھی اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ شیعیت کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ مگر چونکہ بہت سے شیعہ علماء اور مصنفین عبداللہ بن سبا سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، یہاں تک کہ ماضی قریب کے بعض شیعہ مصنفین نے تو عبداللہ بن سبا کو ایک فرضی ہستی قرار دے دیا ہے گویا وہ سرے سے اس کے وجود ہی کے منکر ہیں، اس لئے شیعوں کی اسماء رجال کی مستند ترین کتاب ”رجال کشی“ کا حوالہ ہی مناسب ہے تاکہ جانب داری اور الزام کے جُرم سے ہمارا دامن ہمارا دامن داغدار نہ ہو۔

(ذکر بعض اهل العلم انّ عبد الله بن سبا کان یهودیاً فاسلم ووالی علیاً علیه السلام ، وکان یقول وهو علی یهودیته في یوشع بن نون صی موسی بالغلو ، فقال فی الاسلام بعد وفاة رسول الله ﷺ في علی علیه السلام مثل ذلک ، وکان اول من اشهر بالقول بفرض امامة علی واظهر البراءة من اعدائه وکاشف مخالفیه اکفرهم .)

بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا، پھر اسلام قبول کیا اور حضرت علی علیہ السلام سے خاص تعلق کا اظہار کیا اور اپنی یہودیت کے زمانے میں وہ حضرت موسیٰ کے وصی یوشع بن نون کے بارے میں غلو کرتا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام میں داخل ہو کر وہ اسی طرح کا غلو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کرنے لگا، اور وہ پہلا آدمی ہے جس نے حضرت علی کی امامت کے عقیدے کی فرضیت کا اعلان کیا، اور ان کے دشمنوں سے براءت ظاہر کی اور کھلم کھلا ان کی مخالفت کی اور انہیں کافر قرار دیا۔ (رجال الکشی: ص ۷۱، طبع بمبئی ۱۳۱۷ھ ایضاً: ص ۷۱)

دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ شیعوں کے اسماء الرجال کی اسی مستند ترین کتاب ''رجال کشی'' میں امام جعفر صادق سے متعدد روایتیں نقل کی گئی ہیں، جن میں اس بات کی تصدیق کی گئی ہے کہ شیعیت کا یہ بانی عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھنے اور اس کی دعوت دینے کے جرم میں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے آگ میں ڈلوا کر ہلاک کر دیئے گئے۔ (رجال الکشی: ص ۷۰ طبع بمبئی ۱۳۱۷ھ ایضاً: ص ۷۰)

* * *

یہودیت اور شیعیت کی مشترکہ قدریں

(۱) دین میں غلو یا مبالغہ آرائی:

مذہبی پیشواؤں اور دینی رہنماؤں کے مرتبہ میں حد سے زیادہ مبالغہ آرائی اہل کتاب خصوصاً قوم یہود کی نمایاں صفت ہے، قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر اس عیب کی نشان دہی کی گئی ہے، مثلاً:

﴿ یا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ولا تقولوا على الله الا الحق ﴾

”اے اہل کتاب! (یہود و نصاریٰ) اپنے دین میں غلو اختیار نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے منسوب کر کے غلط باتیں نہ کہو“۔ (النساء:۷۱)

﴿ وقالت اليهود عزير ابن الله وقالت النصارى المسيح ابن الله ﴾

”یہود نے عزیر کے بارے میں دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ مسیح کو اللہ کا بیٹا بتاتے ہیں“۔ (التوبۃ:۳۰)

﴿ وقالوا لن يدخل الجنة الا من كان هودا او نصارىٰ تلك امانيهم قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين ﴾

”یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے علاوہ کوئی دوسرا جنت میں داخل نہ ہونے پائے گا۔ یہ ان لوگوں کی دل بہلاوے کی باتیں یں، آپ ان سے پوچھئے کہ اپنے اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہو تو لاؤ اگر تم سچے ہو“۔ (البقرۃ:۱۱۱)

(۲) اپنے دینی رہنماؤں کو اللہ کے اختیارات سے متصف کرنا:

﴿ اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله ﴾ (التوبۃ:۳۱)

”انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے دینی پیشواؤں اور علماء و مشائخ کو اپنا رب بنالیا ہے“

﴿ قل يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله ﴾ (آل عمران:۶۴)

’’(اے نبی !) آپ اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ آؤ اس بات کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے وہ یہ کہ اللہ کے علاوہ ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب قرار نہ دے‘‘

(۳) التباس و کتمانِ حق:

﴿ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بیّناہ للناس في الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون ﴾

’’جو لوگ ہماری نازل کردہ نشانیوں اور فرمان ہدایت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اسے اپنی کتاب (توریت وانجیل) میں لوگوں کے لیے واضح طور پر بیان کر دیا تھا۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنتیں بھی ان پر پڑتی ہیں‘‘ (البقرۃ:۱۵۹)

﴿ یا اھل الکتاب لم تکفرون بآیات اللہ وانتم تشھدون ، یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون ﴾

’’اے اہل کتاب ! (یہود ونصاریٰ) تم جان بوجھ کر کس لئے اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو؟ اور اے اہل کتاب! تم کس لیے حق پر باطل کا غلاف چڑھا کر اسے پوشیدہ کرتے ہو۔ حالانکہ تم دیدہ دانستہ حق کو نظر انداز کر رہے ہو‘‘۔ (آل عمران:۷۰-۷۱)

(۴) مسلمانوں سے شدید عداوت و دشمنی:

﴿ لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین ءمنوا الیھود والذین اشرکوا ﴾

’’تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عداوت رکھنے والے تم قوم یہود کو پاؤ گے اور ان لوگوں کو بھی جو شرک کا ارتکاب کرتے ہیں‘‘۔ (المائدۃ:۸۲)

یہ ہے قرآن کی گواہی اہل کتاب خصوصاً یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات اور کس کی ہو سکتی ہے؟؟ آیئے اب ہم یہود کی ان خصوصیات کی شیعی لٹریچر میں تلاش کرتے ہیں:

سب سے پہلے دین میں غلو یا مبالغہ آرائی کو لیجئے:

امت مسلمہ کے نزدیک جس طرح تمام نبی ورسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر اور نامزد ہوتے ہیں، امت یا قوم اسے منتخب نہیں کرتی ٹھیک اسی طرح شیعہ حضرات کے یہاں نبی کے بعد ان کے جانشین وخلیفہ اور امام بھی

اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نامزد کیے جاتے ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق ان کے یہ تمام ''امام'' ایک ''نبی'' کی طرح معصوم ہی ہوتے ہیں، انبیاء ورسل ہی کی طرح ان کی اطاعت امت پر فرض ہوتی ہے۔ مرتبہ کے لحاظ سے یہ ''ائمہ'' تمام انبیاء ورسولوں سے افضل اور رسول اکرم ﷺ کے برابر ہوتے ہیں۔ ان کے خیال میں خاتم النبیین ﷺ کی وفات کے بعد اس دنیا کے خاتمہ تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارہ امام نامزد ہیں۔ جو امام اول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر علی الترتیب حسن عسکری تک دنیا میں آ کر کاروبار امامت انجام دینے کے بعد وفات پا گئے مگر بارہویں اور آخری امام بغداد کے پاس ''سر من رای'' کے غار میں روپوش ہیں اور وہی قرب قیامت میں مہدی بن کر نمودار ہوں گے اور دنیا پر بلاشرکت غیر حکومت کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

ایران کے مقتدر شیعی رہنما اور ایرانی انقلاب کے بانی آنجہانی آیت اللہ خمینی اپنی کتاب ''الحکومة الاسلامیه'' میں ''الولاية التكوينيه'' کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں:

(وان من ضروريات مذهبنا ان لأئمتنا مقاماً لا يبلغه ملك مقرب ولا نبي مرسل) (الحکومۃ الاسلامیہ، آیت اللہ خمینی ص: ۵۲)

''اور ہمارے مذہب (اثنا عشریہ) کے ضروری اور بنیادی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہمارے ائمہ کو وہ مقام و مرتبہ حاصل ہے، جس تک کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پہنچ سکتا''۔

جمہور امت مسلمہ کے نزدیک کائنات کے ذرہ ذرہ پر حکومت وفرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور ساری مخلوق اس کے تکوینی حکم کے سامنے سرنگوں اور تابع وفرمان ہے یہ شان کسی نبی اور رسول کی بھی نہیں۔ قرآن مجید کی بے شمار آیتیں اس بات کا واضح طور پر اعلان کرتی ہیں مگر اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ:

(فان للامام مقاماً محموداً ودرجة سامية وخلافة تكوينية تخضع لولايتها وسيطرتها جميع ذرات الكون)

''امام کو وہ مقام اور بلند درجہ اور ایسی تکوینی حکومت حاصل ہوتی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم واقتدار کے آگے سرنگوں اور تابع فرمان ہوتا ہے'' (الحکومۃ الاسلامیہ، آیت اللہ خمینی: ۵۲)

اثنا عشری مذہب کی رو سے شیعہ حضرات کے ائمہ کو انبیاء علیہم السلام کے تمام خصائص اور کمالات و معجزات تک حاصل تھے اور ان کا درجہ انبیاء سابقین، یہاں تک کہ اولوالعزم انبیاء نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے بھی بلند

وبرتر ہے۔ شیعہ حضرات کی مستند ترین کتاب ''الجامع الکافی'' جو ابو جعفر یعقوب کلینی راوزی (المتوفی ۳۲۸ھ) کی تصنیف ہے، صحت واستناد کے لحاظ سے اہل تشیع کے نزدیک اس کا وہی درجہ ہے جو امت مسلمہ کے نزدیک صحیح بخاری کا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق ''الجامع الکافی'' بارہویں غائب امام کی تصدیق شدہ شیعہ مذہب کا سارا دارومدار اسی کتاب پر ہے ''اصول کافی'' میں کتاب الحجہ باب (ان الارض كلها للامام) کے تحت ابوبصیر سے روایت ہے کہ ان کے ایک سوال کے جواب میں امام جعفر صادق نے فرمایا:

(اما علمت انّ الدنيا والاخرة للامام يضعها حيث يشاء ويدفعها الى من يشاء)

''کیا تم کو یہ بات معلوم نہیں کہ دنیا اور آخرت سب امام کی ملکیت ہے۔ وہ جس کو چاہیں دے دیں اور جو چاہیں کریں'' (اصول کافی: ص ۲۵۹)

شیعوں کے کثیر التصانیف بزرگ اور مجتہد ملّا باقر مجلسی اپنی تصنیف ''حیاۃ القلوب'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''امامت بالاتر از رتبہ پیغمبری'' امامت کا درجہ نبوت وپیغمبری سے بالاتر ہے''۔

(حیات القلوب: ملا باقر مجلسی ج ۳ ص ۱۰)

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ ازل سے ابد تک ساری باتوں کا علم (ما کان وما یکون کا علم) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں اور اس کا علم ساری کائنات کو محیط ہے: وانّ الله قد احاط بكل شيء علما (الطلاق: ۱۲) یہودی ذہن وفکر نے اپنی افتاد طبع کے مطابق ''غلو عقیدت'' کے نظریہ کو فروغ دینے کے لیے پہلے رسول اللہ ﷺ کے لیے (ما كان وما يكون) کے علم کا پروپیگنڈا کیا اور پھر آپ ﷺ کے بعد شیعہ حضرات کے خود ساختہ ''ائمہ معصومین'' اس علم کے وارث اور امین ٹھہرائے گئے، شدہ شدہ یہ مشرکانہ نظریہ عقیدت رسول کے بھیس میں عامۃ المسلمین کے ایک خاص طبقہ یعنی ''اہل بدعت'' کا بھی اوڑھنا بچھونا بن گیا۔

ملاحظہ کیجئے شیعی روایت: امام جعفر صادق نے اپنے خاص رازداروں کی ایک محفل میں ارشاد فرمایا:

(لو كنت بين موسى والخضر لأخبرتهما انى اعلم منهما ولانبأتهما ما ليس فى ايديهما لأن موسىٰ والخضر عليهما السلام اعطيا علم ما كان ولم يعطيا علم ما يكون وما هو كائن حتى تقوم الساعة وقد ورثناه من رسول الله صلى الله عليه

السلام و آله و راثة)

’’اگر میں موسیٰ اور خضر کے درمیان ہوتا تو ان کو بتاتا کہ ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں، اور ان کو اس سے باخبر کرتا ہوں جو ان کے علم میں نہیں تھا۔ کیونکہ موسیٰ و خضر علیہما السلام کو صرف ’’ما کان‘‘ کا علم حاصل ہوا تھا اور ’’ما یکون‘‘ اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کا علم ان کو نہیں دیا گیا تھا۔ اور ہم کو وہ علم رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل سے وراثت میں حاصل ہوا ہے‘‘ (اصول کافی: ص:۱۶۰)

اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا کبھی امام سے خالی نہیں رہ سکتی، اصول کافی میں ابوحمزہ سے روایت ہے کہ انہوں نے چھٹا امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ یہ زمین بغیر امام کے باقی اور قائم رہ سکتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر زمین پر امام کا وجود باقی نہ رہے تو وہ دھنس جائے گی باقی نہیں رہے سکے گی۔ (اصول کافی، ص:۱۰۴)

اسی طرح امام باقر سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اگر امام کو ایک گھڑی کے لئے بھی زمین سے اٹھالیا جائے تو وہ اپنی آبادی کے ساتھ ایسے ڈولے گی جیسے سمندر میں موجیں آتی ہیں۔

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا دعویٰ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علاوہ کوئی دوسرا گروہ جنت میں داخل نہیں ہو پائے گا۔ اہل تشیع کے یہاں بھی یہ دعویٰ اسی کروفر کے ساتھ پایا جاتا ہے ان کے نزدیک ائمہ معصومین کو ماننے والے (یعنی شیعہ حضرات) اگر ظالم اور فاسق بھی ہیں تب بھی جنت ہی میں جائیں گے اور ان کے علاوہ مسلمان اگر چہ متقی اور پرہیز گار بھی ہوں اس کے باوجود دوزخ میں ڈالیں جائیں گے۔ اصول کافی میں امام باقر سے روایت کی گئی ہے آپ نے فرمایا:

(ان الله لا يستحي ان يعذب امة وانت بامام ليس من الله ، وان كانت في اعمالها برة تقية وانّ الله ليستحى ان يعذب امة وانت بامام من الله وان كانت فى اعمالها ظالمة مسيئة) (اصول کافی: ص، ۲۳۸)

اللہ تعالیٰ ایسی امت کو عذاب دینے سے نہیں شرمائے گا جو ایسے امام کو مانتی ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد نہیں کیا گیا ہے، اگر چہ یہ امت اپنے اعمال کے لحاظ سے نیکوکار اور متقی و پرہیز گار ہو، اور ایسے لوگوں کو عذاب دینے اللہ تعالیٰ احتراز فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد اماموں کو مانتے ہوں۔ اگر چہ یہ لوگ اپنی عملی زندگی میں ظالم و بدکردار ہوں‘‘

واضح رہے کہ اسی قسم کی شیعی ذہنیت یا دوسرے لفظوں میں ''یہودی اندازِ فکر'' بعد کے دور میں رفتہ رفتہ مسلمانوں میں بھی رچ بس گیا اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ چند فقہی یا فروعی اختلافات کی بنیاد پر امت مسلمہ میں موجود بدعت پسند گروہ کے ''شیخ الشیوخ'' (١) نے جو برصغیر میں مشہور و معروف ہیں اپنے مخالف توحید مسلم افراد جماعتوں کے خلاف یہ بھپتی تصنیف کر ڈالی کہ:

تجھ سے اور جنت سے کیا نسبت وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے، جنت رسول اللہ کی!

(ص:١(١) : وھواحمد رضا خاں بریلوی من فرقۃ البریلویہ)

قطع نظر اس کے کے ان کے اپنے گروہ کے افراد کی اکثریت دین و شریعت کی کتنی پیروکار اور نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ ارکانِ اسلام پر کس حد تک عمل پیرا ہے؟؟ صریح مشرکانہ اعمال اور بدعتی رسوم میں دان رات مبتلا ہونے اور اسلام کے صاف و شفاف اور پاکیزہ دامن میں فسق و فجور اور ہر طرح کی معصیت کے داغ و دھبے لگاتے رہنے کے باوجود یہ لوگ خود کو جنت کا ٹھیکیدار سمجھ بیٹھے ہیں۔

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی دوسری صفت جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے وہ ان کا اپنے دینی پیشواؤں، اور راہبوں اور درویشوں کو اللہ کے صفات سے متصف کرنا ہے۔ یہ مذموم اور مشرکانہ نظریہ بھی ''شیعی مذہب'' میں پورے آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے ان کی کتابوں سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

اصول کافی کتاب الحجہ باب مولد النبی ﷺ میں محمد بن سنان سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوجعفر ثانی (محمد بن علی نقی) سے (جو نویں امام ہیں) حرام و حلال کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

(يا محمد! ان الله تبارک وتعالىٰ لم يزل منفرداً بواحدنيته ثم خلق محمداً وعلياً وفاطمة فمكثوا الف دهرٍ ثم خلق جميع الأشياء فأشهدهم خلقها واجرى طاعتهم عليها وفوّض امورها اليهم فهم يحلون مايشاؤن ويحرمون ما يشاؤن ولن يشاؤا الا ان يشاء الله تبارک وتعالىٰ). (اصول کافی: ص:٢٧٨)

اے محمد! اللہ تعالیٰ ازل سے اپنی وحدانیت کے منفرد رہا، پھر اس نے محمد، علی، اور فاطمہ کو پیدا کیا، پھر یہ لوگ ہزاروں قرن ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد اللہ نے دنیا کی تمام چیزوں کو پیدا کیا، پھر ان

مخلوقات کی تخلیق پر ان کو شاہد بنایا اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری ان تمام مخلوقات پر فرض کی اور ان کے تمام معاملات ان کے سپرد کیئے۔ یہ تو حضرات جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کردیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام کردیتے ہیں۔ اور یہ نہیں چاہتے مگر جو اللہ تبارک تعالیٰ چاہے“۔

علامہ قزوینی نے اس ”روایت“ کی شرح میں یہ تصریح کردی ہے کہ یہاں محمد، علی اور فاطمہ سے مراد یہ تینوں حضرات اور ان کی نسل سے پیدا ہونے والے تمام ائمہ ہیں۔ (الصافی شرح اصول کافی جزء:۳ جلد۲ ص:۱۴۹)

اصول کافی ہی میں امام جعفر صادق سے روایت ہے:

(قال ولا یتنا ولایة الله التی لم یُبعث نبي قط الا بها) (اصول کافی: ص۲۷۶)

”ہماری ولایت (یعنی بندوں اور تمام مخلوقات پر ہماری حاکمیت) بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی ولایت وحاکمیت جیسی ہے جو نبی بھی اللہ کی طرف سے بھیجا گیا وہ اس کی تبلیغ کا حکم لے کر بھیجا گیا“۔

شیعی لٹریچر کے مطابق ان کے ائمہ تمام الوہی صفات کے حامل ہیں۔ ان کی شان یہ ہے کہ عالم ما کان وما یکون میں کوئی چیز ان سے مخفی اور غیب نہیں، انسانوں کے نامۂ اعمال روزانہ ان کے سامنے پیش کیئے جاتے ہیں، ان کے بارے میں غفلت سہو اور نسیان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور کائنات کے ذرہ ذرہ پر اُن کی تکوینی حکومت ہے، وہ دنیا وآخرت کے مالک ہیں، جس کو چاہیں دیں اور جسے چاہیں محروم رکھیں وغیرہ وغیرہ۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کی ایک اور کمینہ صفت اور ذلیل حرکت جو ہمیں معلوم ہوتی ہے وہ ان کی حق کو چھپانے اور دین کی اصلیت پر نفاق اور جھوٹ کا پردہ ڈالنے کی مجرمانہ عادت اور ذلیل فطرت ہے۔ جب ہم شیعہ لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں التباس اور کتمان حق کی یہ دونوں قبیح عادتیں تقیہ اور ”کتمان“ کے عنوان کے تحت اس میں نمایاں نظر آتی ہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف اس قدر کہ یہود دُنیوی مفاد کے لئے حق کے بیان سے گریز کرنے اور اللہ کی تعلیمات کو پوشیدہ رکھنے کے مجرم تھے، مگر ان کے یہ معنوی سپوت شیعہ حضرات اللہ کی مخلوق کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے باطل نظریات وافکار کو حق کے لبادے میں چھپا کر پیش کرنے میں مہارت رکھتے ہیں:

”کتمان“ اور ”تقیہ“ شیعہ مذہب کی اصولی تعلیمات میں سے ہے۔ ”کتمان“ کا مطلب ہے اپنے اصل عقیدہ اور مذہب ومسلک کو چھپانا اور دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دینا، اسی طرح ”تقیہ“ کہتے ہیں اپنے قول یا عمل سے نفس واقعہ یا حقیقت کے خلاف یا اپنے عقیدہ وضمیر اور مذہب ومسلک کے برعکس ظاہر کرنا اور اس طریقہ سے دوسروں کو دھوکہ اور

فریب میں مبتلا کرنا۔

شیعہ مذہب کی معتبر ترین کتاب ''اصول کافی'' میں امام جعفر صادق کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

(انکم علی د ین من کتمه اعزّه الله و من اذ اعه اذ له الله) ''تم ایسے دین پر ہو، جو اس کو چھپائے گا اللہ تعالیٰ اسے عزت عطا فرمائے گا اور جو کوئی اسے شائع وظاہر کرے گا۔ اللہ اس کو ذلیل اور رسوا کر دے گا'' (اصول کافی: ص: ۴۸۵)

''تقیہ'' کے ایک مستقل باب کے تحت اصول کافی میں روایت ہے:

(عن ابی عمیر الأعجمی قال قال له ابو عبد الله علیه السلام یا ابا عمیر تسعة اعشار الد ین فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة له .)

''ابو عمیر اعجمی روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو عمیر! دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے''۔ (اصول کافی ص: ۴۸۲)

امام باقر سے بھی تقیہ کے سلسلے میں ایک روایت اسی ''اصول کافی'' میں درج ہے:

(قال ابو جعفر علیه السلام : التقیة من دینی و د ین آباء ی و لا ایمان لمن لا تقیة له)

''امام باقر نے فرمایا تقیہ میرا دین ہے اور میرے آباء اجداد کا دین ہے، جو شخص تقیہ نہیں کرتا اس میں ایمان ہی نہیں'' (اصول کافی ص: ۴۸۴)

''**من لا یحضره الفقیه** '' نامی کتاب میں جو شیعہ حضرات کے اصولِ اربعہ میں سے ہے، تقیہ کے بارے میں ایک روایت درج کی گئی ہے:

(لو قلت ان تارک التقیة کتارک الصلاة لکنت صادقاً ، وقال علیه السلام: لا د ین لمن لا تقیة له). (من لا یحضره الفقیه بحواله باقیات الصالحات ص: ۲۱۶)

امام جعفر نے فرمایا اگر میں کہوں کہ تقیہ ترک کرنے والا ایسا ہی گناہ گار ہے جیسا کہ نماز ترک کرنے والا تو میری بات صحیح اور سچ ہوگی۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے''

حقیقت یہ ہے کہ تقیہ اور کتمان کے اس خطرناک عقیدے کے ذریعے یہودی عناصر کو امت مسلمہ میں نفوذ

کرنے اوران میں نفاق وتفرقہ ڈالنے میں جس قدر کامیابی ہوئی ہے وہ کسی اورطریقے سے ممکن نہ تھی۔ اس طرح یہ لوگ عامۃ المسلمین میں گھل مل گئے اور اندر ہی اندر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف، ان کے عقائد میں فساد اور انہیں دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ یہودیت براہ راست اور کھل کر تو مسلمانوں کے قلوب واذہان پر اثر انداز ہونہ سکتی تھی۔ اس نے شیعیت کے روپ میں جن لوگوں کو اپنے دام فریب میں گرفتار کرلیا تھا وہ بھی بہرحال ایک محدود طبقہ تھا جس کے بل بوتے پر یہودیت کے خطرناک عزائم کی تکمیل ممکن نہ تھی، اس لئے عام مسلمانوں میں اثر ونفوذ کے لئے ''کتمان'' اور ''تقیہ'' سے بہتر کوئی اور تدبیر ممکن نہ تھی۔

اس غیر محسوس طریقہ پر یہ لوگ مسلمانوں میں گھل مل گئے اور ان کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد فلسفہ اور علم کلام کی مدد سے انہوں نے مسلمانوں کے مختلف عقائد اور دین کے مسلمات میں شکوک وشبہات پیدا کرنے شروع کردیئے۔ رفتہ رفتہ مسلمان ان شاطر اور گھاک یہودیوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گئے، کچھ عرصے بعد چشم فلک نے یہ عبرت منظر بھی دیکھ لیا کہ ہمارے یہ عیار دشمن ''یہودی'' دنیا کے مختلف مقامات پر خاص طور سے برصغیر ہندو پاک میں اسی تقیہ اور کتمان کے پرفریب ہتھکنڈوں کے سہارے صوفیوں کے بھیس میں مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور مقتدی بن بیٹھے ہیں اور کھلے عام اپنے معتقدین پر ''شیعیت'' یا دوسرے لفظوں میں ''یہودیت'' کی تعلیم وتبلیغ کرنے میں مصروف ہیں، حالانکہ ان کی شیعیت وضلالت ان کے خیالات وافکار کتابوں سے عیاں اور صاف ظاہر تھی، مگر بھولے بھالے مسلمان عقیدت کے نشہ میں چُور انہیں اپنا ''روحانی پیشوا'' ہی نہیں بلکہ مطاع اور ''حاجت روا'' تک سمجھے بیٹھے ہیں۔

جہاں تک مسلمانوں سے نفرت وعداوت رکھنے کا سوال ہے تو قرآن مجید اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ''یہودی'' مسلمانوں کے شدید دشمن ہیں اور ان کی دشمنی ودلی عداوت اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ اس کی تمنا اور تگ ودو کرتے رہیں کہ مسلمانوں کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جائے، اس مقصد کے لیے انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ شیعیت کے روپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت اور تبرّا کا محاذ کھول دیا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وخیر القرون کے مسلمانوں سے لوگوں کو بدظن کرنے کے لیے ہر وہ ہتھکنڈہ استعمال کیا جو ان کے امکان میں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام کے عروج وترقی کا سنہرا دور خلفاء ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی خلافت کا عہد زریں تھا، جس میں مسلمانوں نے مختصر عرصے کے اندر قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کو روند ڈالا اور اسلام کا پیغام سرزمین عرب سے نکل کر مصر وشام، ایران وعراق، ماوراء النہر

، آذربائیجان اور افغانستان تک جا پہنچا، ظاہر ہے کہ اسلام کی یہ ترقی اور کامیابی کمینہ فطرت قوم یہود آسانی سے کس طرح برداشت کرسکتی تھی؟ اسلام کا یہ سیل عظیم روکنا ان بدبختوں کے بس کا روگ تو نہ تھا مگر انہوں نے اپنے دلی بغض وعداوت سے جو انہیں اسلام اور مسلمانوں سے تھی، اس بات کی کوشش کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی کہ امت مسلمہ کو خلفاء ثلاثہ اور تقریبا تمام صحابہ کرام سے بدظن کردیا جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ کا قابل فخر سرمایہ رسول اللہ ﷺ کے بعد دور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کا اُسوہ ہی ہے۔ دین اور اس کی تمام جزئیات ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ ہی پہنچی ہیں۔ یہ لوگ اسلام کا مرکز عقیدت ہی نہیں، منبع رشد وہدایت اور مسلمانوں کے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔ دین وملت کے پاسبان ہیں۔ ان سے ذہنی رشتہ ٹوٹ جانے کے بعد اسلام کا کوئی تصور ہی باقی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید جو دین کی اساس ہے اور ذخیرہ احادیث جو ہمارے اعمال کی بنیاد ہے۔ دونوں ہی ناقابل اعتبار اور بے وقعت ہوجاتے ہیں اگر حاملین قرآن وحدیث گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خاص طور پر خلفاء ثلاثہ کو کافر ومرتد سمجھنے اور اسلام سے پھر جانے کا تصور عام ہوجائے۔

کیونکہ قرآن کے جامع ابوبکر وعثمان رضی اللہ عنہما اور احادیث کے حافظ اجل صحابہ رضی اللہ عنہم ہی جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد اسلام سے پھر جائیں، تو ان کے جمع کئے ہوئے قرآن اور ذخیرہ احادیث کا کیا اعتبار رہے گا؟ اور جب قرآن وحدیث سے ہی اعتبار اٹھ گیا تو اسلام کہاں باقی رہ جائے گا؟ یہی وجہ ہے کہ شیعہ حضرات ظاہر دعویٰ ایمان کے باوجود نہ صرف موجودہ قرآن کو تحریف شدہ اور ناقابل اعتبار کہتے ہیں بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اصل قرآن جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا، مسلمانوں کے قرآن سے تقریباً ڈھائی گناہ زیادہ ضخیم تھا، وہ ان سے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ معصومین کے ہاتھوں منتقل ہوتا ہوا دسویں غائب امام تک پہنچا اور وہ اسے اور دیگر انبیاء کی نشانیوں کو لے کر ''سرمن رای'' کے غار میں روپوش ہوگئے اور قرب قیامت میں اس قرآن کو لے کر ظاہر ہوں گے۔ (اصول کافی ص: ۱۳۹، ۶۷۱)

مسلمانوں کی بدقسمتی کہ قرون اولیٰ میں مختلف سیاسی عوامل اور ناگزیر حالات کے تحت امت مسلمہ میں ''یہودی لابی'' کے قیام، اثر ونفوذ اور اسلام میں انہیں اندر سے نقصان پہنچانے اور تارپیڈو کرنے کا موقع مل گیا اور مسلمان اپنی سادہ لوحی کی بنا پر ان دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے باخبر نہ ہوسکے۔ یا پھر کچھ طالع آزما حکمرانوں کی چشم پوشی اور سیاسی مفاد کے لیے ان خطرناک عناصر کی درپردہ ہمت افزائی سے یہودیت کے جراثیم اسلام کے جسد صالح میں تیزی سے

سرایت کر گئے! وجہ کچھ بھی ہو، ان خبیث دشمنوں کی جراءت کی داد دینی پڑے گی جنہوں نے عین اسلامی حکومتوں کے زیر سایہ اور ''سرپرستی میں'' اسلام کی بنیاد کھودنے اور ملت اسلامیہ کو فنا کے گھاٹ اتارنے کی خطرناک سازشیں کیں اور کامیاب ہوئے۔ آج بھی وہ علی الاعلان اسلام کے مشاہیر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرنے اور غلوئے عقیدت کے بھیس میں مسلمانوں کی برگزیدہ شخصیات کو ''ارباباً من دون اللہ'' بنا کر توحید کے قلعہ کو زمین بوس کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ اور مسلمان آنکھ بند کر کے ان یہود کی پیروی کر رہے ہیں اور یہود صفت دشمنان اسلام کو اپنا مقتدیٰ و پیشوا بنائے ہوئے ہیں۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار!!**

لیجئے ملاحظہ کیجئے شیعی کتب کی روشنی میں یہود کی مسلمانوں سے عداوت اور دشمنی کی جھلکیاں:

سب سے پہلے ام المومنین حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں شیعوں کے خیالات دیکھئے، قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو ''امہات المومنین'' یعنی تمام مسلمانوں کی مائیں کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اہل ایمان کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کے تعلق اور رشتہ سے آپ کی ازواج مطہرات کی وہی عظمت ہونی چاہیے جو اپنی حقیقی ماؤں کی ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر کیونکہ ایمان کا رشتہ خون کے رشتوں سے زیادہ محترم ہوتا ہے۔ اور اسی کے مطابق ان کے لیے ادب واحترام کا رویہ ہونا چاہیے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا چونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں ہیں، اس لئے ان کے ساتھ شیعہ حضرات کو وہی عداوت ہے جو حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہے۔

شیعوں کے مستند عالم ملّا باقر مجلسی نے اپنی کتاب ''حیات القلوب'' میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان اس طرح ہے:

(باب پنجاہ وپنجم در احوال شقاوت مآل عائشہ وحفصہ)

''باب: ۵۵ عائشہ وحفصہ کے بدبختانہ حالات کے بیان میں'' (حیات القلوب: ملا باقر مجلسی، ج۲، ص، ۷۴۲)

اسی باب میں اور کتاب کے دیگر ابواب میں بھی اس ظالم نے ان دونوں امہات المومنین کو بار بار ''منافقہ'' لکھا ہے، پھر اسی جلد دوم میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بیان میں لکھتا ہے:

> ”وعیاشی بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ عائشہ وحفصہ آنحضرت را بزہر شہید کردند۔“

> ”اور عیاشی نے معتبر سند سے امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ عائشہ وحفصہ نے رسول اکرم ﷺ کو زہر دے کر شہید کیا تھا“۔ (حیات القلوب، ملا باقر مجلسی ج:۲ص ۸۷۰)

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں اسلام کو شاندار ترقی ہوئی ہے اور اطراف عالم میں مسلمانوں کو جس تیزی سے فتوحات حاصل ہوئیں، وہ تاریخ اسلام کا ایک درخشاں باب اور قابل فخر سرمایہ ہے، ان کے مبارک دور اور طریق حکمرانی کا اعتراف غیر مسلم مشاہیر تک کرتے ہیں، یہودی ذہن وفکر کو ان سے عداوت ہونا یقینی تھی۔ چنانچہ ملاحظہ ہوں شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں اہل تشیع کے خیالات، واضح رہے کہ شیعی روایات میں جہاں فلاں فلاں کے الفاظ آتے ہیں اس وقت اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں، اور جہاں یہ لفظ تین مرتبہ آتا ہے وہاں تیسرے فلاں سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں۔ یہ طرز بیان انہوں نے اسلامی حکومت اور مسلمانوں کے عتاب سے بچنے کے لیے اختیار کیا تھا:

> **(فلان فلان فلان ارتدوا عن الایمان فی ترک ولایة امیر المومنین علیه السلام)**

> ”(یعنی ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم) یہ تینوں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی امامت ترک کردینے کی وجہ سے ایمان واسلام سے مرتد ہوگئے“۔ (اصول کافی، ص:۲۶۵)

ابوجعفر یعقوب کلینی کی ”الجامع الکافی“ کے آخری حصہ ”کتاب الروضہ“ میں روایت ہے کہ امام باقر کے مخلص مرید نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

> **(انهما ظلمانا حقنا وكانا اول من ركب اعناقا والله ما اسست من بلية ولا قضية تجرى علينا اهل البيت الا هما اسسا اولهما فعليهما لعنة الله والملائكة والناس اجمعين).** (كتاب الروضه ابو جعفر كليني: ص: ۱۱۵)

> ”ان دونوں نے ظالمانہ طور پر ہمارا حق مارا یہ دونوں سب سے پہلے ہم اہل بیت کی گردنوں پر سوار ہوئے ہم اہل بیت پر جو بھی مصیبت اور آفت آئی اس کی بنیاد انہی دونوں نے ڈالی ہے، لہٰذا ان

دونوں پر اللہ کی لعنت ہو، اس کے فرشتوں کی اور تمام بنی آدم کی‘‘

اسی ’’کتاب الروضہ‘‘ میں پانچویں امام باقر کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

(کان الناس اهل ردّة بعد النبي ﷺ الا ثلاثة فقلت ومن ثلاثة فقال المقداد بن الاسود وابوذر الغفاری وسلمان الفارسی رحمة الله عليهم وبركاته)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے، سوائے تین کے (راوی کا کہنا ہے کہ) میں نے عرض کیا وہ تین کون تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا مقداد بن الاسود، ابوذر غفاری، اور سلمان فارسی، ان پر اللہ کی رحمت و برکت ہو‘‘ (کتاب الروضہ، ابوجعفر یعقوب کلینی، ص: ۱۱۵)

شیعوں کے علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب ’’حق الیقین‘‘ میں ایک روایت لکھی ہے:

’’وقتیکہ قائم علیہ السلام ظاہری شود پیش از کفار ابتداء بہ سنیان خواہد با علماء ایشاں وایشاں راخواہد کشت‘‘ (حق الیقین، ملا باقر مجلسی ص: ۱۳۸)

’’جس وقت مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو کافروں سے پہلے وہ سنیوں اور خاص کر ان کے عالموں سے کاروائی شروع کریں گے اور ان سب کو قتل کر کے نیست و نابود کر دیں گے‘‘

اسی کتاب کے اگلے صفحہ پر وہ یہ پیش گوئی کرتے ہیں۔

’’چون قائم ما ظاہر شود، عائشہ را زندہ کند تا براو حد بزند وانتقام فاطمہ ما ازو بکشد‘‘

’’جب ہمارے قائم (یعنی مہدی) ظاہر ہوں گے، تو عائشہ کو زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے اور فاطمہ کا انتقام ان سے لیں گے‘‘ (حق الیقین، ملا باقر مجلسی، ص: ۱۳۹)

اسی کتاب ’’حق الیقین‘‘ میں امام جعفر صادق کے خاص مرید مفصل بن عمر سے ایک طویل روایت نقل کی گئی ہے، جس میں امام جعفر صادق کی زبان سے امام غائب مہدی کے ظہور کا بہت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب صاحب الامر (امام غائب) ظاہر ہوں گے تو سب سے پہلے مکہ مکرمہ آئیں گے اور وہاں سے کوچ کر کے مدینہ جائیں گے اور جب وہ اپنے نانا رسول اللہ کی قبر کے پاس پہنچیں گے تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کریں گے کہ کیا یہ ہمارے نانا رسول اللہ کی قبر ہے؟ لوگ کہیں گے ہاں یہ انہی کی قبر ہے۔ پھر امام پوچھیں گے یہ اور یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے نانا کے پاس دفن کئے گئے ہیں؟ لوگ بتلائیں گے یہ آپ کے خاص مصاحب ابوبکر

رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ، حضرت صاحب الامر اپنی سوچی سمجھی پالیسی کے مطابق سب کچھ جاننے کے بعد ان لوگوں سے دریافت کریں گے ابوبکر کون تھا؟ اور عمر کون تھا؟ لوگ جواب دیں گے کہ یہ دونوں آپ کے خلیفہ اور آپ کی بیویوں عائشہ وحفصہ کے باپ تھے۔ اس کے بعد جناب صاحب الامر فرمائیں گے کہ کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کے بارے میں شک ہو کہ یہی دونوں یہاں مدفون ہیں؟ لوگ کہیں گے کہ کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو اس بارے میں شک رکھتا ہو۔

پھر تین دن کے بعد صاحب الامر حکم فرمائیں گے کہ دیوار توڑ دی جائے۔ چنانچہ دونوں کو قبر سے نکالا جائے گا، ان کا جسم تر و تازہ ہوگا اور صوف کا وہی کفن پہنے ہوں گے جن میں یہ دفن کئے گئے تھے پھر آپ حکم دیں گے کہ ان کا کفن علیحدہ کر دیا جائے (یعنی ان کی لاشوں کو برہنہ کر دیا جائے) اور ایک سوکھے درخت پر لٹکا دیا جائے۔ اس وقت مخلوق کے امتحان و آزمائش کے لیے یہ عجیب واقعہ ظہور میں آئے گا کہ وہ سوکھا درخت جس پر لاشیں لٹکی ہوں گی ایک دم سرسبز شاداب ہو جائے گا، تازہ ہری پتیاں نکل آئیں گی اور شاخیں بڑھ جائیں گی۔ پس وہ لوگ جو ان سے محبت رکھتے تھے (یعنی تمام مسلمان) کہیں گے کہ اللہ کی قسم! یہ ان دونوں کی عند اللہ مقبولیت اور عظمت کی دلیل ہے اور ان کی محبت کی وجہ سے ہم نجات کے مستحق ہوں گے۔ اور جب اس سوکھے درخت کے سرسبز ہونے کی خبر مشہور ہوگی تو لوگ اس کو دیکھنے دور دور سے مدینہ آئیں گے۔ تو جناب صاحب الامر کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا اور اعلان کرے گا کہ جو لوگ ان دونوں (ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھتے ہیں وہ ایک طرف الگ کھڑے ہو جائیں۔

اس اعلان کے بعد لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے، ایک گروہ ان دونوں سے محبت و عقیدت رکھنے والوں کا ہوگا اور دوسرا ان پر لعنت کرنے والوں کا، اس کے بعد صاحب الامر سنیوں سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے کہ ان دونوں سے بیزاری کا اظہار کرو نہیں تو تم پر عذاب آئے گا، وہ لوگ انکار کریں گے تو امام مہدی کالی آندھی کو حکم دیں گے کہ وہ ان لوگوں پر چلے اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دے، پھر امام مہدی حکم دیں گے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی لاشوں کو درخت سے اتارا جائے، پھر ان دونوں کو قدرت الٰہی سے زندہ کر دیں گے اور حکم دیں گے کہ تمام مخلوق جمع ہو، پھر یہ ہوگا کہ دنیا کے آغاز سے اس کے ختم تک جو بھی ظلم اور کفر ہوا ہوگا ان سب کا گناہ ان دونوں پر لازم کیا جائے گا اور انہیں کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا (خاص طور پر) سلمان فارسی کو پیٹنا اور امیر المومنین اور فاطمہ زہرا اور حسن وحسین کو جلا دینے کے لیے ان کے گھر کے دروازے میں آگ لگانا اور امام حسن کو زہر دینا اور حسین اور ان کے بچوں

اور چچا زاد بھائیوں اور ان کے ساتھیوں اور مددگاروں کو کربلا میں قتل کرنا اور رسول اللہ کی اولاد کو قید کرنا اور ہر زمانے میں آل محمد کا خون بہانا اور ان کے علاوہ جو بھی خون ناحق کیا گیا ہوگا یا کسی عورت کے ساتھ کہیں بھی زنا کیا گیا ہوگا یا سود وحرام کا مال کھایا ہوگا، غرض ان سارے گناہوں کو جو دنیا میں امام مہدی کے ظہور سے قبل ہوئے ہوں گے، ان کے سامنے گنایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ یہ سب کچھ تم سے اور تمہاری وجہ سے ہوا ہے؟ وہ دونوں اقرار کریں گے ، کیونکہ وہ رسول اللہ کی وفات کے بعد پہلے ہی دن خلیفہ برحق (علی) کا حق دونوں مل کر غصب نہ کرتے تو ان گناہوں میں سے کوئی بھی نہ ہوتا، اس کے بعد صاحب الامر کے حکم سے ان دونوں سے قصاص لیا جائے گا اور انہیں درخت پر لٹکا کر امام مہدی آگ کو حکم دیں گے کہ ان دونوں کو مع درخت کے جا کر راکھ کر دے۔ اور ہواؤں کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو دریاؤں پر چھڑک دے۔ مفضل نے عرض کیا اے میرے آقا! کیا یہ ان لوگوں کو آخری عذاب ہوگا؟ امام جعفر نے فرمایا کہ اے مفضل! ہرگز نہیں اللہ کی قسم سید اکبر محمد رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر امیر المومنین علی اور سیدہ فاطمہ زہرا اور حسن مجتبی اور حسین شہید کربلا اور تمام ائمہ معصومین زندہ ہوں گے اور تمام مخلص مومن اور خالص کافر بھی زندہ کئے جائیں گے اور تمام ائمہ اور تمام مومنین کے حساب میں ان دونوں کو عذاب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ دن رات میں ان کو ہزار مرتبہ مار ڈالا جائے گا اور زندہ کیا جائے گا، اس کے بعد اللہ جہاں چاہے گا ان کو لے جائے گا اور عذاب دیتا رہے گا۔“

(حق الیقین، ملا باقر مجلسی: ۱۴۵، در بیان رجعت)

یہودی سازش کے خدوخال

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ہمارے دشمن نمبر ا ’’یہود‘‘ نے جہاں ’’شیعیت‘‘ کے روپ میں ملت اسلامیہ کے اندر بغض وعداوت اور نفاق وتفریق کے بیج بوئے ہیں، وہاں یہودی آئیڈیالوجی کو بالواسطہ طور پر بھی عامۃ المسلمین کے مختلف طبقات وعناصر میں پوری قوت کے ساتھ پیوست کرنے کی اپنی شیطانی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے شدید ترین دشمن یہودی دور رسالت سے لے کر آج تک ایک دن کے لیے بھی چین سے نہیں بیٹھے اور چودہ سو سال سے مسلمانوں کو زک پہنچانے اور صفحہ ہستی سے مٹانے کی مسلسل کوششیں کرتے رہے ہیں، عسکری اعتبار سے وہ اتنے طاقتور کبھی نہیں رہے کہ مسلمانوں سے ٹکر لے سکتے یا انہیں زیر کرنے کی کوشش کرتے۔ مگر ذہنی لڑائی میں انہوں نے امت مسلمہ کو ضرور شہ مات دے دی ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ کا کوئی دور اور ان کی دینی اور دنیاوی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر ان دشمنان اسلام ’’یہود‘‘ کا سایہ نہ پڑا ہو، تہذیب، تمدن، معیشت، سیاست، معاشرت، عبادات، تفسیر، احادیث، اسلامی علوم وفنون غرض ہر شعبۂ زندگی میں انہوں نے اپنا اثر ڈالا ہے اور مسلمانوں کے دین اور دنیا کو تباہ کرنے کی کوششیں کی ہیں۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ یہودیوں نے اسلام کا تار و پور بکھیرنے کے لئے پہلی صدی ہجری میں ہی یہ سازش کی تھی کہ ایران کے مجوسیوں، مزدکیہ، ثنویہ اور ملاحدہ فلاسفہ سے مل بیٹھے اور انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ ایسی کوئی تدبیر نکالیں جو ان کو اس پریشانی سے نجات دلا سکے جو کہ اہل اسلام کے غلبہ واستیلاء سے ان لوگوں پر طاری ہوگئی ہے۔ مجوسی چونکہ اسلام کے ہاتھوں زک اُٹھانے اور اپنی ہزاروں سالہ پرانی ساسانی سلطنت وتہذیب اور روایات سے محروم ہو جانے کی وجہ سے دل گرفتہ تھے۔ بہت سے ان میں سے ہوا کا رخ دیکھ کر بظاہر اسلام بھی قبول کر چکے تھے، مگر دل ہی دل میں اسلام کے عروج وترقی سے کڑھتے اور حسد کرتے تھے۔ یہ لوگ بڑی آسانی سے یہود کے دام فریب میں آ گئے انہوں نے دشمنانِ اسلام یہود کی اس تجویز سے اتفاق کرلیا کہ اسلام کے نام لیوا فرقوں میں سے کسی ایسے گمراہ کن فرقے کو منتخب کیا جائے جو عقل سے کورا، رائے میں بودا، اور محال باتوں پر آنکھ بند کر کے یقین کرنے والا ہو، ساتھ ہی بغیر سند کے جھوٹی باتوں کو قبول کرنے میں مشہور ہو۔ چنانچہ ایسا فرقہ انہیں ’’روافض‘‘ کی شکل میں مل گیا جو

حقیقت میں یہود ہی کا پروردہ اور ان کا دوسرا روپ تھا، مجوسیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی یہودیوں کی طرح شیعیت کی نقاب اوڑھ کر اسلام کے قلعے میں شامل ہو جائیں تا کہ اپنے تخریبی اعمال کی پاداش میں اسلامی حکومتوں کے عتاب اور قتال عام سے محفوظ رہ سکیں۔ انہوں نے روافض کے عقیدے اختیار کرنے کے بعد ان میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانا شروع کیا اور رفتہ رفتہ ان میں اہم دینی مناصب حاصل کر لیے۔ اس طرح انہوں نے سانحہ کربلا کو بنیاد بنا کر غم و گریہ اور ماتم حسین کو شیعیت کا معیار بنا دیا۔ حالانکہ اس سے قبل یہ مذہب صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے استحقاق خلافت کے گرد ہی گھومتا تھا۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ اپنی کتاب ’’تلبیس ابلیس‘‘ میں لکھتے ہیں کہ ایران کے مجوسیوں نے یہود کے مشورہ پر اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کے اور اپنی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے یہ تدبیر نکالی کہ ظاہر میں روافض یعنی شیعوں کے عقیدے میں شامل ہوں اور اس فرقے سے دوستی و چاپلوسی ظاہر کر کے ان کا اعتماد حاصل کریں اور پھر غم و گریہ اور ماتم ان واقعات مصیبت پر ظاہر کریں جو آل محمد پر ظالموں کے ہاتھوں پیش آئے، اس حیلہ سے ہمیں اسلام کے مشاہیر اور مقتدر ہستیوں، خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلفاء راشدین، تابعین اور بزرگان سلف کو لعن طعن کرنے کا پورا موقع ہاتھ آئے گا جن سے شریعت نقل ہو کر بعد کے مسلمانوں تک پہنچتی ہے۔ اس طرح جب ان روافض کے دلوں میں جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور عام مسلمانوں کی طرف سے نفرت و عداوت بیٹھ جائے گی، تو جو کچھ امر شریعت و قرآن ان بزرگوں سے منقول ہے اس کی قدر و قیمت بھی اس احمق فرقے کے دل سے ختم ہو جائے گی۔ تب بہت آسانی سے یہ موقع ملے گا کہ انہیں اسلام کے دائرے سے نکال باہر کیا جائے، اگر اس کے باوجود بھی کوئی شخص قرآن کی اتباع پر مصر ہو تو اس پر یہ جال ڈال کر بہکایا جائے کہ ان کے ظواہر کے کچھ اسرار و رموز اور ’’باطنی‘‘ امور بھی ہیں۔ اس لئے فقط ظاہر پر فریفتہ ہونا حماقت ہے، اور دانائی یہ ہے کہ حکمت و فلسفہ کے مطابق ان کے اسرار پر اعتقاد ہو، جب یہ لوگ ظاہر و باطن کے فلسفے کو مان لیں گے تو رفتہ رفتہ اپنے مخصوص عقائد ان میں داخل کر دیں گے اور انہیں سمجھائیں گے کہ باطن سے مراد یہی اسرار ہیں اور اس طریقے سے باقی قرآن سے منحرف کر دینا انہیں آسان ہوگا، اس طرح سے فرقہ ’’باطنیہ اسماعیلیہ‘‘ کا وجود ہوا جو مجوسیوں کے مسلمانوں کے جذبۂ انتقام سے عبارت تھا۔

اس باطنیہ اسماعیلیہ فرقے نے کچھ عرصے کے بعد ملت اسلامیہ کی سیاسی اتھل پتھل سے فائدہ اٹھا کر حسن بن صباح کی سربراہی میں قلعہ الموت میں اپنی الگ حکومت قائم کر لی تھی اور پھر اپنے ’’فدائین‘‘ کے ذریعہ مسلم ممالک کے

رہنماؤں اور عام مسلمانوں کے خلاف انتقام اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کر دیا، اور ایک دور ایسا بھی آیا جب یہ ظالم طاہر قرمطی کی قیادت میں مکہ معظّمہ پر چڑھ دوڑے اور حج کے دوران کعبۃ اللہ میں گھس کر حاجیوں کا قتل عام کیا اور ان کی لاشوں سے چاہ زمزم کو پاٹ دیا، اس کے بعد کعبہ کی دیوار سے ''حجر اسود'' اکھاڑ کر توڑ ڈالا اور پھر اسے اپنے ساتھ لے گئے جو تقریبا بیس سال تک ان ظالموں کے قبضہ میں رہا، طاہر قرمطی نے حجر اسود کو لے جا کر اپنے گھر کی دہلیز پر دفن کر دیا تھا تاکہ لوگ اس پر پاؤں رکھ کر گذرتے رہیں اور اس کی بے حرمتی ہو!

بالآخر عباسی خلیفہ مطیع لِللہ کی کوششوں سے یہ پتھر ان سے حاصل کر کے دوبارہ کعبہ کی دیوار میں نصب کیا گیا ،غرض اس دور میں ان ظالموں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے تھے جس کی مثال نہیں ملتی ،انجام کار تاتاریوں کے ہاتھوں یہ ظالم اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ شیعیت کو ایران میں جو عروج وترقی حاصل ہوئی کسی دوسرے ملک میں نہیں مل سکی، اس کی وجہ یہی ہے کہ ایران کے مجوسی النسل باشندے اپنی ہزاروں سالہ حکومت کے چھن جانے اور اسلام ومسلمانوں کے سیاسی غلبہ واستیلاء سے حسد وانتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ شیعیت کے پلیٹ فارم سے انہیں اسلام کے خلاف کاروائی کرنے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کے بہترین مواقع ہاتھ آئے۔ اس لئے انہوں نے تیزی کے ساتھ شیعہ مذہب کو قبول کرنا شروع کر دیا اور آج حالت یہ ہے کہ ایران جو صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا وطن ہے جس کی تحسین آپ ﷺ نے ان الفاظ میں کی تھی ''اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو سلمان رضی اللہ عنہ کے اہل وطن اسے حاصل کر لیں گے'' (بخاری ومسلم) آج اسی ایران کی آبادی کا بیشتر حصہ شیعہ مذہب پر عامل ہے اور جو سنی مسلمان ہیں ان پر ان لوگوں نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔

سیاسی میدان میں ان یہودیوں کا کردار دیکھئے، انہوں نے کبھی تو براہ راست اور زیادہ تر ''شیعوں'' کے بھیس میں، مسلمانوں کو ہر دور میں زک پہنچانے اور فنا کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی ہے۔ بطور ثبوت چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

بغداد کی ساڑھے پانچ سو سالہ عباسی خلافت ٦٥٦ھ میں آخری خلیفہ معتصم باللہ کے شیعہ وزیر اعظم بن علقمی کی غداری اور ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں ختم ہوئی اور چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے دار الخلافہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تین چار دن میں کئی لاکھ مسلمان قتل ہوئے جن کے خون سے دریائے دجلہ کا پانی سرخ ہو گیا خلیفہ معتصم

باللہ اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ غیر مشروط طور پر بغداد چھوڑنے کے لیے نکلا مگر ہلاکو نے اس کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اس طرح ان شیعوں کے طفیل عباسی خلافت کا وجود مٹ گیا!

سسلی جسے ۲۱۲ھ میں اسد بن فرات کی سرکردگی میں مسلمانوں نے فتح کیا تھا اور تقریباً دو صدیوں تک بڑے رعب و دبدبہ سے وہاں حکومت کی تھی۔ بالآخر ''قصریانہ'' کے شیعہ حاکم ابن حمود کی غداری کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے نکل گیا۔ سسلی کے سقوط کے بعد مصر کے فاطمی خلیفہ نے نصرانیوں کے فاتح جرنیل ''روجر'' کے پاس مبارک بادی کا مکتوب بھیجا تھا، جس میں روجر کے اس اقدام کی تعریف کرتے ہوئے جزیرہ سسلی کے مسلمانوں کو شکست کا مستحق قرار دیا تھا!

فاطمی حکومت جو ۲۹۸ھ میں مراکش کے اندر قائم ہوئی تھی اور ۳۶۲ھ میں اس کی قیادت منتقل ہو کر مصر آ گئی تھی۔ اس شیعہ حکومت کو کھلے طور پر یہود و نصاریٰ پر اعتماد تھا، انہیں میں سے زیادہ تر وزراء، ٹیکس اور زکوۃ کے محصلین، سیاسی، اقتصادی اور علمی امور کے مشیر، اطباء اور حکام کے معتمدین ہوتے تھے۔ اور بڑے بڑے کام انہیں کے سپرد کئے جاتے تھے، ان لوگوں کے ظلم و ستم سے لوگ پناہ مانگتے تھے۔ ان کی کہیں بھی دادرسی نہ ہوتی تھی، عزیز فاطمی نے اپنے وزیر یعقوب بن کلس یہودی کی محبت میں فاطمی مذہب کے لیے دعوت کا کام اس کے حوالہ کر دیا تھا۔ یہ وزیر خود بیٹھ کر اسمٰعیلی فقہ کا درس دیتا تھا، اس طرح اس شیعہ حکومت کے طفیل یہودیوں کے ہاتھوں مصر کے عوام کو ناقابل تلافی دینی اور دنیاوی نقصانات پہنچتے رہے، بالآخر ۵۶۷ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے ہاتھوں یہ شیعہ حکومت ختم ہوئی اور مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا!

ہندوستان میں مغلیہ حکومت جو اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں کابل سے لے کر رنگون تک وسیع ہو گئی تھی ان کی وفات کے بعد شیعی عناصر کی ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں زوال پذیر ہو گئی۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں سے ''سادات بارہہ'' کے نام سے دو مشہور بھائیوں، عبداللہ اور علی بن حسین کے کردار و حرکات مخفی نہیں۔ یہ دونوں مذہب شیعہ کے پیروکار اور ''بادشاہ گر'' کے نام سے مشہور ہو گئے تھے ان کا عروج مغلوں کے زوال کا سبب بن گیا اور پچاس سے سال کے مختصر سے عرصے میں صدیوں سے قائم مغل سلطنت انحطاط و خاتمہ کے نزدیک پہنچ گئی، بالآخر ۱۸۵۷ھ میں انگریزوں نے جو شیعوں کے طفیل ہی ہندوستان کی سرزمین میں قدم جمانے میں کامیاب ہوئے تھے، آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کر کے رنگون میں قید کر دیا وہاں اس کی موت ہو گئی، اس طرح ہندوستان میں بھی مسلم

حکومت کا خاتم ہو گیا تھا!

پلاسی کی جنگ میں جب سراج الدولہ بنگال میں انگریزوں کے دانت کھٹے کر رہا تھا تو عین وقت پر اس کے شیعہ وزیر ''میر جعفر'' کی غداری سے پانسہ پلٹ گیا، اور سراج الدولہ کو شکست ہو گئی اس طرح ان شیعوں کے طفیل مشرقی ہندوستان میں انگریزوں کو پیر جمانے اور سیاسی طور پر مستحکم ہونے کا موقع ملا۔

سلطان ٹیپو شہید جنوبی ہند میں انگریزوں کے لئے بلائے بے درماں بنے ہوئے تھے۔ مگر یہود صفت شیعوں نے ان سے غداری کی حیدر آباد کا حکمراں نظام جو کہ خود شیعہ تھا انگریزوں کے شانہ بشانہ ٹیپو کے خلاف لڑ رہا تھا اور سرنگا پٹم کے محاصرے کے دوران ٹیپو سلطان کے وزیر میر صادق نے جو شیعہ تھا عین لڑائی کے دوران غداری کی اور فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔

آخری اسلامی خلافت یعنی ترکوں کی حکومت کے زوال کے اسباب اگرچہ اور بھی تھے جیسے بعض ترکی سلاطین کی کمزوری وعیش کوشی، سیاسی امور میں حاشیہ نشینوں کی مداخلت، حکومتی شعبوں کا بگاڑ اور رشوت کی گرم بازاری، سیاسی اعتقادی اور فکر زندگی کے بگاڑ کے دوسرے بہت سے محرکات، مگر صلیبی اور صہیونی طاقتوں کی ریشہ دوانیاں اور دشمنانِ اسلام یہود کی سازشیں، عثمانی خلافت کے خاتمہ کے لئے سرفہرست اور بنیادی اہمیت رکھتی ہیں!

۱۸۹۷ء میں جب سلطان عبدالحمید برسر اقتدار تھے، سوئزر لینڈ کے شہر پاآل میں ہرتزل یہودی کی سربراہی میں صہیونی کانفرنس منعقد ہوئی، جو پاآل کانفرس کے نام سے مشہور ہے۔ اسی کانفرنس میں فلسطین کے اندر یہودی حکومت قائم کرنے کا منصوبہ تیار ہوا، صہیونیوں نے عرب قوم پرستوں کے دشمن سلطان عبدالحمید کو اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کی کہ یہودیوں کو فلسطین ہجرت کرنے کی اجازت دی جائے، سلطان نے اس تجویز کو قطعیت کے ساتھ صرف رد ہی نہیں کیا بلکہ فوراً یہ قانون نافذ کر دیا کہ یہودی ہجرت سختی سے روک دی جائے اور فلسطین میں یہودی نوآبادی کسی قیمت پر قائم نہ ہونے دی جائیں!

فلسطین میں یہودی وطن کے قیام کی مخالفت سلطان عبدالحمید کی طرف سے یہودیوں کے منہ پر ایک طمانچہ تھا، جس کا انہوں نے بھرپور بدلہ لیا، سلطان کو اس کا تصور بھی نہ تھا۔ یہودیوں نے ایک طرف حکومت دشمن تحریکوں کو ابھارا اور اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہونے کے بجائے نسل وقوم کے نظریوں کو فروغ دینے کی کوشش کی، دوسری طرف ان یہودیوں نے عثمانی حکومت پر اندر سے حملے شروع کر دیئے نسل، تہذیب، آزادی، بھائی چارہ اور مساوات کا

زبردست پروپیگنڈہ کرکے ترکوں کو اسلام سے منحرف کرنے میں مصروف ہوگئے تاکہ ان فریب خوردہ افراد کو مسخر کرکے امت مسلمہ کے شیرازے کو منتشر کردیں۔

اس مقصد کے لئے سب سے زیادہ کام انہوں نے دو پارٹیوں سے لیا، ایک جماعت ’’ترکیا الفتاۃ‘‘ اور دوسری اتحاد وترقی‘‘ ترکی کی ادیبہ خالدہ خانم نے ادبی وفکری سطح پر ’’تورانی قومیت‘‘ کے نظریہ کو دوسروں کے ساتھ مل کر رواج دیا ’’ترکیا الفتاۃ‘‘ کے لیڈروں نے انقلاب کے لیے راہ ہموار کی اور ترکی کو اسلام کے تشخص اور اس کے پیغام سے بے نیاز کردیا، ان لوگوں نے ترکی کو پہلی جنگ عظیم میں بلا کسی معقول عذر کے ڈھکیل دیا، پھر جب ترکی کے حلیف جرمن قوم کو شکست ہوگئی تو ترکی نے بھی اپنی شکست تسلیم کرلیا اور ۱۹۱۸ھ کے معاہدہ روڈس (RHODES PACT) میں سرکاری طور پر عثمانی حکومت اور اسلامی عزت ووقار کا آفتاب غروب ہوگیا تھا!

پہلی جنگ عظیم میں ترکی کی شکست تسلیم کرلینے کے بعد یورپی ممالک نے اس ’’مرد بیمار‘‘ کی املاک کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ اس کے بعد انہوں نے ’’جدید ترکی‘‘ کی تعمیر کرنے کے لیے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جو یہودی تھا اور قوم پرستی کے جذبات کے سہارے اس یہودی شخص نے جس کا نام مصطفیٰ کمال تھا، آخری عثمانی خلیفہ عبدالمجید بن عبدالعزیز کو، جو انہی انقلابیوں کے ہاتھوں ہی تخت نشین ہوا تھا، ملک میں جمہوری حکومت کے قیام کا اعلان کرنے پر مجبور کردیا ۔ اس کے بعد نام نہاد ’’قومی جمعیۃ‘‘ کی طرف سے مصطفیٰ کمال پاشا یہودی کو سربراہ مملکت منتخب کرلیا گیا اور اسے اتاترک کا خطاب دے دیا گیا جس کا معنی ہوتے ہیں ’’قوم ترک کا باپ‘‘ اقتدار حاصل کرنے کے صرف چھ ماہ بعد مصطفیٰ کمال یہودی نے اسلامی حکومت کے خاتمہ کا اعلان کردیا تھا اور پھر ۳/ مارچ ۱۹۲۴ء کو مسلمانوں کے آخری خلیفہ کو ملک سے باہر نکال دیا گیا۔

عثمانی خلافت کے خاتمہ کا مطلب یہ تھا کہ خلافت کا رمزی اور شکلی وجود بھی اس شخص کے صہیونی منصوبوں کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ یا خطرہ بن سکتا تھا۔ اس کے علاوہ مشہور مستشرق ’’کارل بروکلمن‘‘ کے الفاظ کے مطابق ’’خلافت کے خاتمہ کے بعد ’’غازی‘‘ اتاترک کو وہ تمام اقدامات کرنے آسان ہوگئے جن کے ذریعہ ترکی قدامت پرستی کے غار سے نکل کر ’’جدید تہذیب وتمدن‘‘ کا علم بردار بن گیا‘‘۔

مصطفیٰ کمال اتاترک یہودی نے ترکی کو جدید بنانے کے لئے جو اقدامات کئے ان کی تفصیل یہ ہے کہ اقتدار پر بلا شرکت غیرے قابض ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے عربی زبان اور اس کے رسم الخط پر پابندی لگادی اس طرح

قرآن مجید بھی اپنے پاس رکھنا وہاں جرم ہو گیا تھا، اوقاف کو ختم کیا، مساجد میں تالے ڈالے، پورے ملک میں اسلامی قوانین کو معطل کر دیا، ایا صوفیہ کی مشہور مسجد کو میوزیم اور سلطان محمد فاتح کی مسجد کو ''مخزن'' بنا دیا ترکی ٹوپی کی جگہ ہیٹ کو رواج دیا، زبردستی انگریزی لباس جاری کیا نصاب تعلیم سے عربی و فارسی زبانوں کو بالکل نکال دیا، عربی کی کتابوں اور مخطوطات کو معمولی قیمت پر فروخت کر دیا۔ یورپ کی ''سیکولر تعلیم'' کو پورے ترکی میں رائج کیا اور یہ تعلیم ٹیکنالوجی کے میدان میں اختیار نہیں جس سے مسلمان سائنسی میدان میں ترقی کر سکتے، بلکہ محض لسانی، ادبی اور دینی میدان میں یورپ کی تعلیم کو فروغ دیا۔

اسی طرح یہود کی کوشش اور ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں ترکی کو زوال ہوا اور پھر اس کے بعد سے ترکی آج تک نہ سنبھل سکا، ترکی کے بعد پورا عالم اسلام یکے بعد دیگرے زوال کا شکار ہوتا چلا گیا، اتحاد اور وحدت اسلامی کے رشتے کمزور پڑتے گئے اس زوال اور ادبار سے عرب بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

انقلاب فرانس، جس کے اصولوں کے پس پردہ یہودی ذہن کارفرما تھا، اس کے پروردہ نپولین بونا پارٹ نے ۱۷۹۸ء میں مصر پر چڑھائی کی، ازہر یونیورسٹی کو گھوڑوں کا اصطبل بنا دیا، قاہرہ سے اسکندریہ تک راستہ میں جو بستیاں اور شہر تھے، انہیں تباہ کر دیا، فرانسیسی استعمار نے اپنے قدم مصر کی سرزمین پر جما لینے کے بعد وہاں شراب، جوا، فحاشی اور اخلاقی بے راہ روی کو رواج دینے کے لیے اپنے تمام وسائل جھونک دیئے تھے۔ مصر و شام میں عرب و غیر عرب مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے انہوں نے ''مائیکل افلق'' اور ''لارنس'' جیسے یہودیوں کی خدمات حاصل کیں اور انہوں نے عربی عوام میں عربی تفاخر اور ''عرب قومیت'' کے نظریہ کو رواج دیا اور ان کی کوششوں سے عربوں کے قومی جذبات و عصبیت ابھر کر رفتہ رفتہ اس سطح پر پہنچ گئی کہ وہ ''ابوجہل'' اور ''ابولہب'' جیسے دشمنان اسلام کو اپنا ''قومی ہیرو'' تصور کرنے لگے اور مصر میں ان کے نام سے کلب قائم کیے جانے لگے۔ یہ صورت حال مصر اور پورے عالم عرب کے لئے قومی عصبیت اور مغربی تہذیب و تمدن کی طرف پیش قدمی کرنے اور انقلاب فرانس کے ''اصول ثلاثہ'' پر آنکھ بند کر کے ایمان لانے میں بڑی معاون ثابت ہوئی۔

عربوں کو خلافت عثمانی ترکی سے برگشتہ کرنے کے لیے یہودی النسل لارنس نے ان کے اندر عرب قومیت کا جنون پیدا کر کے انہیں ''ملت اسلامیہ'' سے ذہنی طور پر علیحدہ کرنے اور مغربی افکار و نظریات کا دلدادہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے پیروکار ساطع حضرمی جیسے شخص نے جس کی عجمیت کا حال یہ تھا کہ وہ فصیح عربی بولنے پر بھی قادر نہ

تھا اور صہیونی تربیت کے نتیجہ میں اسلام سے سخت عداوت رکھتا تھا اس نے ''عرب قومیت'' کے نظریہ کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور یہودی عناصر کی امداد وتعاون کے سہارے اسے اس مہم میں بڑی حد تک کامیابی حاصل ہوئی۔

''عرب قومیت'' کا نظریہ جس کا سیکولر مفہوم اسلام دشمنی تھا، یہودی ذہن کی پیدا وار تھا، اور یہ نظریہ ان صہیونیوں نے ایک سازش کے تحت سیدھے سادے عربوں کو عثمانی خلافت سے برگزشتہ کرنے اور ملت اسلامیہ سے انہیں ذہنی طور پر علیحدہ کرنے کے لیے تراشا تھا۔ اس کا مقصد عربوں کو اس جامع عقیدہ (انما المؤمنون اخوۃ) سے دور کرنا تھا جس کی بنا پر عرب متفقہ طور پر صہیونیت کا مقابلہ کر سکتے تھے اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ یہود اور دشمنان اسلام کے دانت کھٹے کر سکتے تھے۔

عرب قومیت کا نظریہ عربوں کے دائمی انتشار کی ضمانت تھا، کیونکہ یہ ایسے قوم پرست اور انقلاب پسند نوجوانوں سے عبارت تھا جس کے پاس نہ تو کوئی عقیدہ تھا اور نہ اصلیت اور تاریخی بیدار مغزی اس طرح انہیں بڑی آسانی سے چند نعرے سمجھائے جا سکتے تھے جنہیں وہ برابر دہراتے رہیں اور اپنی اپنی قوم کی عقلوں کو اسی میں الجھائے رہیں۔ عرب قومیت نے عربوں کو ذہنی طور پر انتہائی نیچی سطح پر پہنچا دیا ہے اور وہ عالم اسلام کی ذہنی قیادت کے منصب عظمیٰ کو چھوڑ کر محدود گروہی سیاست اور قومی وعلاقائی عصبیتوں کے دام وفریب میں اسیر ہو کر رہ گئے ہیں۔

اسلام پر یہودی فکر کی یلغار

دشمنان اسلام یہود نے شروع ہی سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مختلف مورچے بنا رکھے ہیں اور ہر سمت سے اسلام اور امت مسلمہ کو مغلوب کرنے کے لئے اور انہیں منتشر کرنے کی ہمہ وقت جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں اگر ایک طرف انہوں نے امت مسلمہ میں تفریق ڈال کر خوارج، شیعہ اور دوسرے گمراہ فرقے بنانے کی کوشش کی ہے تو دوسری طرف سیاسی محاذ پر یہ لوگ مسلمانوں کو قدم قدم پر زک دینے اور ان کے قصر واقتدار کو متزلزل ومنہدم کرنے کی مسلسل کاروائیاں کرتے رہے ہیں۔ تیسرا محاذ انہوں نے مسلمانوں کے دینی اور فکری سرمائے کو غتر بود کرنے کے لیے انہوں ذخیرہ احادیث اور قرآن مجید کی مجمل آیات کی تفاسیر کو اپنا ہدف بنایا، اور مختلف عوامل اور حالات کے تحت جھوٹی روایتیں وضع کرنے والے جعل سازوں اور مکذوبات وموضوعات کو سکہ رائج الوقت بنانے والے فتنہ پردازوں کا ایک عظیم گروہ اس امت مسلمہ میں پیدا ہو گیا جو یہودیوں کی اپنے اسلاف کے ذریعہ گھڑی ہوئی رُسوا کن جھوٹی کہانیوں کو ایک سازش کے تحت احادیث وتفاسیر کے ذخیرہ میں شامل کرنے لگا جو خلافِ عقل اور خلافِ تجربہ ومشاہدہ باتوں پر ایمان رکھتی ہے۔

ان کی یہ سازش بھی بے انتہاء دورس ثابت ہوئی اور تفسیر واحادیث کے حوالہ سے ان کے یہ بے سروپا افسانے تمام دنیائے اسلام میں پھیل گئے کم پڑھے لکھے عوام واعظوں کی زبان سے سن کر یا چھوٹے چھوٹے رسالوں میں ان بے سروپا قصوں اور حکایتوں کو پڑھ کر انہیں ایک سچی حقیقت ماننے لگے اور ان کی صداقت پر ایمان ویقین رکھنے لگے ، کتنی حیرت ناک بات ہے کہ شام ویمن اور عرب کے یہودیوں کے تراشے ہوئے افسانے اور فاسد عقیدے، آج ہندوستان (اور پاکستان) جیسے دور دراز ملک کے گاؤں گاؤں میں عوام الناس کے دل ودماغ پر چھائے ہوئے ہیں اور ان کے زہریلے اثرات ان کے ایمان وعمل پر حاوی نظر آتے ہیں، اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان ”اسرائیلی روایات“ کی جڑیں اسلامی معاشرے میں کتنی پھیلی ہوئی ہیں؟؟

اسرائیلی روایات کی اشاعت کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ جب قرآن میں انبیائے کرام کے بارے میں کوئی مجمل واقع بیان کیا جاتا تو مسلمانوں کو شوق ہوتا تھا کہ اس واقعہ کی مزید تفصیل معلوم ہو۔ اس لئے وہ ان مسلمانوں سے جا کر

پوچھتے جو کبھی اہل کتاب کے مستند علماء میں شمار ہوتے تھے جیسے کعب احبار رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ، یہ لوگ ان کی تشفی کے لئے اپنی معلومات کی حد تک یہودی مذہب کی روایات بیان کر دیا کرتے تھے لیکن نہ تو دریافت کرنے والوں کو ان قصوں کی صداقت پر یقین ہوتا تھا اور نہ ہی سنانے والوں کا ایمان ان لغویات پر اسلام لانے کے بعد رہ گیا تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعد میں آنے والوں کے سامنے ان قصوں کو بطور تذکرہ بیان کر دیا پھر ان لوگوں نے اپنے بعد والوں کے سامنے اسی نیت سے بیان کر دیا اس طرح یہ روایت چل پڑی۔ پھر دوسری اور تیسری صدی ہجری میں فن تفسیر کی تدوین ہو جانے پر یہی قصے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کی روایتوں کے نام سے کتابوں میں جمع کر دیئے گئے۔ اس کے بعد جن لوگوں کو عجائب وغرائب اور محیر العقول قصوں سے دلچسپی تھی انہوں نے تلاش کر کے ایسے قصوں اور روایات کو اپنی کتابوں میں درج کر دیا قرآن مجید کی قدیم ترین تفسیروں میں مقاتل بن سلیمان یا کلبی کی تفسیریں سرفہرست ہیں، جن میں اسرائیلی روایات کا بڑا ذخیرہ نظر آتا ہے۔ ان اسرائیلی روایات نے واقعات وقصص سے تجاوز کر کے بحث ومناظرہ اور علم الکلام پر بھی اثر ڈالا اور اس کے نتیجہ میں بہت سے ایسے غلط عقیدے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے جن کا اصل سرچشمہ یہودی رہے ہیں، مثال کے طور پر خلق قرآن کا عقیدہ جس نے ایک زمانے میں اسلامی دنیا میں تہلکہ مچا رکھا تھا انہوں یہودیوں کے ذریعہ مسلمانوں کے ایک طبقہ میں آیا ۔ ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں احمد بن ابی داؤد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ خلق قرآن کا داعی تھا۔ اس نے یہ عقیدہ بشر المریسی سے لیا، بشر نے جہم بن صفوان اور جہم نے جعد بن درہم سے لیا جعد نے ابان میں سمعان سے اور ابان نے لبید بن اعصم کے بھانجے اور داماد طالوت سے لیا طالوت نے یہ عقیدہ خود لبید بن اعصم سے لیا تھا یہی لبید بن اعصم وہ یہودی ہے جس نے رسول اکرم ﷺ پر سحر کیا تھا اور ایک عرصے تک آپ ﷺ پر اس سحر کا اثر دنیاوی امور میں رہا۔ یہ لبید بن اعصم خلق قرآن کا دعویدار تھا۔ (تاریخ ابن اثیر کامل ج ۷ ص ۲۶) یہود کو قرآن اور صاحب قرآن محمد رسول اللہ ﷺ سے شدید دشمنی تھی اس لئے انہوں نے قرآن کی بے لوث صداقت کو داغدار بنانے کے لئے اپنی مذموم کوششیں شروع کر دیں انہوں نے زبردست سازش کی کہ قرآن میں جن واقعات کو مختصر بیان کیا گیا ہے ان کی تفصیلات میں جھوٹے قصے، مہمل باتیں، گندے اور ناپاک واقعات، خلافِ عقل ومشاہدہ اور محیر العقول کہانیاں گھڑ کر مسلمانوں میں مختلف طریقوں سے پھیلا دیں تاکہ قرآن میں بیان کردہ مجمل واقعات کے ذکر کے وقت یہ تفصیلات بھی قرآن سے جوڑی جائیں اس طرح قرآن کی صداقت بڑی آسانی سے داغدار ہو سکتی ہے۔